مختصر تذکرہ

حضرت مولانا محمد نور صاحب سنبھلیؒ

۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء - ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء

مفتی محمد قاسم اوجھاری

ناشر:
اسلامی مرکز تحقیق واشاعت، اوجھاری، ضلع امروہہ، یوپی، انڈیا

تفصیلات

نام کتاب: مختصر تذکرہ حضرت مولانا محمد نور صاحب سنبھلیؒ
مرتب: محمد قاسم اوجھاری
صفحات: ۲۱
سن اشاعت: نومبر ۲۰۱۸ء ربیع الاول ۱۴۴۰ھ
ناشر: اسلامی مرکز تحقیق واشاعت، اوجھاری، ضلع امروہہ، یوپی، انڈیا

Published By:
islamic Research & Publication's Center
Ujhari, District Amroha, UP, India (244242)
Email: Qasimujhari1@gmail.com Qasimujhari@yahoo.com
Mobile: 9719452901

فہرست

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین، امابعد

اکتوبر ۲۰۱۸ء میں جمعیت علماء تحصیل حسن پور (امروہہ) کی جانب سے ایک دعوت نامہ موصول ہوا، جس میں مرقوم تھا کہ ''جمعیت علماء ہند'' اپنی تاسیس کے سوسال مکمل ہونے پر صدسالہ تقریبات منارہی ہے، جس کی ایک کڑی شخصیات پر سیمینار کا انعقاد بھی ہے، اسی کے پیش نظر جمعیت علماء تحصیل حسن پور نومبر ۲۰۱۸ء میں علاقۂ حسن پور کے ممتاز علماء کرام کی حیات وخدمات پر ایک سمینار منعقد کرنے جارہی ہے، جس میں مولانا محمد نور صاحب سنبھلیؒ کی حیات وخدمات پر مشتمل مقالہ تیار کرنے کے لئے آپ کے نام کا انتخاب کیا گیا ہے۔

دعوت نامہ پڑھ کر مجھے اپنی کم مائیگی اور کم علمی کا احساس ہوا، اور سوچا کہ ایک اہم اور معزز علمی کام کے لئے ایک کم علم اور کم فہم شخص کا کیوں انتخاب کیا گیا ہے، خیر بڑوں کا حکم تھا اس لئے کسی پس وپیش کی گنجائش نہیں تھی، میں نے حکم کی تعمیل میں اس کارخیر کو اپنے لئے سعادت سمجھتے ہوئے تیاری شروع کی، بس اب ذہن ودماغ پر ایک ہی فکر سوار تھی کہ مولانا محمد نور صاحب سنبھلی کی حیات وخدمات پر ایک تحریر تیار ہوجائے۔

مولانا محمد نور صاحب سنبھلؒ کے ایک مشہور ومعروف عالم دین تھے، جن کی دینی، تعلیمی اور علمی خدمات کا دورانیہ ساٹھ سال اور حیات مستعار کا دورانیہ تقریباً ۸۵/سال کو محیط ہے، چونکہ آپ کی سوانح حیات پر ابھی تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے، اس لئے حتّی الوسع آپ سے

متعلق معلومات اور دستاویزات جمع کرنے کے لئے میں نے آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا مختارالحق صاحب، تلامذہ اور فیض یافتگان سے رجوع کیا، کوشش کے باوجود اتنا مواد نہ مل سکا، جس سے حضرت کی حیات و خدمات کا مکمل حق ادا ہو جاتا، تاہم جو بھی معلومات فراہم ہوئیں ان کو اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں مرتب کیا، آپ کی شروع زندگی سے لے کر آخر زندگی تک کے مراحل کو مختصراً جمع کرنے کی کوشش کی، اور یوں رفتہ رفتہ ایک تحریر تیار ہوگئی، جس میں ولادت، تعلیم و تربیت، تعلیمی سفر، دینی و تعلیمی خدمات، مسلک دیوبند کی ترویج واشاعت، جمعیت علماء ہند سے وابستگی، مدارس کے نصاب تعلیم کے متعلق آپ کا نقطۂ نظر، بیعت وسلوک، چند خاص اساتذہ و تلامذہ، عادات واخلاق، امتیازات وخصوصیات اور شام زندگی وغیرہ جیسے عناوین جمع ہو گئے۔

نومبر ۲۰۱۸ء میں جمعیت علماء تحصیل حسن پور (امروہہ) کے زیر اہتمام عنبر پیلس اوجھاری میں منعقد ہونے والے سیمینار میں بندے نے ہی خود یہ مقالہ پیش کیا، جس میں علاقۂ حسن پور، سنبھل اور امروہہ کے علماء و دانشور حضرات شریک تھے، مہمان خصوصی کے طور پر حضرت مولانا حکیم الدین صاحب قاسمی سیکریٹری جمعیت علماء ہند، اور حضرت مولانا مفتی محمد عفان صاحب منصور پوری اور دیگر اکابر علماء موجود تھے، یہ میرے لئے پہلا موقع تھا کہ جمعیت کے اسٹیج سے کچھ لب ہلانے کا موقع ملا۔

بعد میں خیال آیا کہ مولانا محمد نور صاحب سنبھلی کی سیرت وشخصیت اور حیات وخدمات پر مشتمل کوئی کتاب یا کوئی ایسی مختصر یا مطول تحریر نہیں ہے، جس سے بعد والے استفادہ کر سکیں، اور جو آنے والی نسلوں میں حضرت کا تعارف کرا سکے، لہٰذا اس مختصر تحریر کو ہی کتاب کی شکل میں شائع کر دیا جائے، تاکہ بعد والے ان ادھورے خاکوں سے ہی کچھ روشنی حاصل کر سکیں۔ اہل نظر کے لئے ان ادھورے خاکوں میں ہی بہت کچھ سامان مل سکتا ہے، ارباب

بصیرت کے لئے گھاس کی ایک پتی بھی صحیفہء فطرت سے کم نہیں ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر افادہ واستفادہ کی غرض سے اس مختصر تحریر کو کتاب کی شکل میں شائع کیا جارہا ہے، یہ کوئی باضابطہ حضرت کی سوانح حیات نہیں ہے، بلکہ آپ کی سیرت وشخصیت اور خدمات کا مختصر تذکرہ ہے، جو لمبی تفصیلات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرما کر دین کے مخلص خدام کی فہرست میں ہم کو شامل فرمائے، مولانا کے درجات بلند فرمائے، اور آپ کی زندگی سے سبق سیکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد قاسم اوجھاری

حرف آغاز

موت کے ہاتھوں سے مٹ سکتا اگر نقش حیات
عام یوں اس کو نہ کر دیتا نظام کائنات

اس جہان رنگ و بو اور عالم آب وگل میں نہ جانے کتنے انسانوں نے آنکھیں کھولی ہیں، اس کرۂ ارض نے بے شمار انسانوں کو جنم دیا ہے، انسانوں کی آمد و رفت کا سلسلہ مسلسل جاری ہے، اس دھرتی نے ایسے صلحا، علماء اور فضلاء کو بھی پیدا کیا ہے، جن کو تاریخ نے ہمیشہ یاد رکھا ہے، جن کا نام آج بھی بڑی عقیدت و محبت سے لیا جاتا ہے اور ان شاء اللہ لیا جاتا رہے گا۔ یہ وہ حضرات ہیں جو اپنے علمی کمالات، عمدہ فضائل، پختہ افکار، حسن کردار، علمی و عملی صلاحیتوں اور دینی، علمی، سیاسی اور سماجی خدمات کی بناء پر ماضی میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے ہیں، جنہوں نے اپنی ضیاء پاش کرنوں سے تاریک علاقوں کو روشن اور فکر ونظر کی شاہراہوں کو منور کیا ہے، جن کی اعلی شخصیت، بلند پایہ حیثیت، علمی وقعت و جلالت، دینی، علمی، سیاسی اور سماجی خدمات کا اعتراف ہر زمانے نے کیا ہے، انہیں آب دار موتیوں میں سے ایک منفرد موتی ایک ممتاز اور عبقری شخصیت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد نور صاحب سنبھلی بھی ہیں، جن کی زندگی کا ہر پہلو روشن اور قابل ستائش ہے، آپ کی خدمات وافکار کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ ایک شخصیت ہی نہیں بلکہ ایک تحریک اور انجمن تھے، آپ کی پوری زندگی خدمت دین اور اشاعت علوم نبویہ سے عبارت ہے۔

صبح زندگی

آپ کی ولادت باسعادت ۱۱؍شوال المکرم ۱۳۴۶ھ، مطابق ۳؍اپریل ۱۹۲۸ء کو سرائے ترین سنبھل میں ہوئی، والد صاحب کا نام کریم الدین تھا، آپ کے آباء واجداد تقریباً ۸۰؍سال سے یہیں مقیم تھے، کوزہ گری کا پیشہ تھا۔

آغوش تربیت اور ابتدائی تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم آبائی وطن سرائے ترین سنبھل میں ہی حاصل کی، قاعدۂ بغدادی حاجی کفایت اللہ صاحب سے پڑھا، ابھی قاعدہ مکمل نہیں ہوا تھا کہ حاجی صاحب حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے، اس کے بعد مدرسہ شمس العلوم سرائے ترین سنبھل میں آپ کا باضابطہ داخلہ کرایا گیا، ناظرۂ قرآن کریم حضرت مولانا عبدالواحد صاحب سے پڑھا، حفظ قرآن کریم تقریباً ڈھائی تین سال کی مدت میں حافظ خدا بخش صاحب کے پاس مکمل کیا۔

یہ ۱۹۳۹ء کا وہ زمانہ تھا کہ ایک طرف دوسری جنگ عظیم چھڑی ہوئی تھی، دوسری طرف ملک کے اندر تحریک آزادی بہت تیزی کے ساتھ رواں دواں تھی، سول نافرمانی کی وجہ سے لوگوں کو گرفتار کرکے جیلوں میں ڈالا جارہا تھا، انہیں میں مجاہد جلیل قاری عبدالحق صاحب سیفی بھی تھے، موصوف جب جیل سے رہا ہوکر آئے تو حضرت مولانا محمد نور صاحب کے والد محترم جناب کریم الدین صاحب نے آپ کو قاری عبدالحق صاحب کے حوالہ کردیا، اور پھر آپ نے انہیں سے قرات حفص پڑھی، ۲۷؍رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ میں مدرسہ شمس العلوم سرائے ترین

سنبھل میں بعد نماز عشاء ایک اجلاس منعقد ہوا، جس میں رئیس المتکلمین حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی خلیفہ ومجاز حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا سلطان احمد صاحب دیپا سرائے سنبھل، قاری عبدالحمید صاحب اور دیگر معزز حضرات کے ہاتھوں سے آپ کی دستار بندی کی گئی۔

تعلیمی سفر

ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے تعلیمی سفر کو جاری رکھتے ہوئے فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں مدرسہ شمس العلوم سرائے ترین سنبھل میں مولانا عبدالرشید صاحب مظاہری اور مفتی محمد آفتاب صاحب سے پڑھیں، اس کے بعد مدرسۃ الشرع المعروف کٹرہ موسی خان میں داخلہ لیا اور مولانا عبدالمجید صاحب سے کافیہ اور قدوری وغیرہ کتابیں پڑھیں، ایک سال کٹرہ موسی خان میں گذار کر دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا اور بقیہ تعلیم دارالعلوم دیوبند میں مکمل کی، پانچ سال دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کر کے ۱۳۰۷ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔

دینی اور تعلیمی خدمات

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ کی خدمات کے سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ چنانچہ فراغت کے بعد سب سے پہلے اساتذہ کرام کے مشورہ سے مدرسہ اسلامیہ عربیہ انصاریہ یوسف پور ضلع غازی پور میں بحیثیت مدرس تشریف لے گئے اور دو سال تک وہی تدریسی خدمات انجام دیں۔

دو سال یوسف پور میں گذارنے کے بعد آپ اپنے وطن سنبھل چلے آئے، پھر مختلف مقامات پر خدمت کرنے کا موقع ملا، کچھ دن بھجوئی ضلع سنبھل میں رہے، پھر مدرسہ فیض عام سیوہارہ ضلع بجنور میں رہے، اس کے بعد ۱۹۵۳ء میں مدرسہ جمعیۃ القریش ٹھاکر دوارہ ضلع مرادآباد میں تدریسی خدمت پر مامور ہوئے جہاں ترجمۂ قرآن پاک اور امامت بھی آپ کے سپرد ہوئی، اور آپ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ قرآن پاک کا ترجمہ وتفسیر اور امامت کے فرائض انجام دیتے رہے، دس سال یہاں گذارنے کے بعد ۱۹۶۳ء میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ اوجھاری (جس کی بنیاد حضرت مولانا احمد حسن صاحب محدث امروہوی نے رکھی تھی) میں آپ کا تقرر ہوا، اس وقت اوجھاری اور اس کے اطراف کا ماحول دینی وتعلیمی اعتبار سے نہایت تاریک تھا، کوئی ایسا مضبوط تعلیمی ادارہ نہیں تھا۔ جو لوگوں کی دینی وعلمی تشنگی کو بجھا سکے اور نسل نو کے لیے مشعل راہ بن سکے، جامع مسجد اوجھاری کے بالائی حصے میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ مکتب کی شکل میں ایک امید کی کرن تھی، آپ نے یہاں آنے کے بعد دینی وتعلیمی انحطاط کو محسوس کیا، امت کے نونہالوں کے مستقبل کی فکر کی، اور پوری تندہی کے ساتھ مدرسہ اسلامیہ عربیہ کی نشاۃ ثانیہ میں لگ گئے، کچھ ہی ایام گزرے تھے کہ جامع مسجد کے بازو میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ کی تعمیر جدید کرائی، جس کی بنیاد حضرت فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنی کے ہاتھوں سے رکھی گئی، اس کے بعد مدرسہ نے تعلیمی وتعمیری اعتبار سے بہت تیزی کے ساتھ ترقی کی، اور یوں ایک چھوٹا سا مکتب ایک مستقل مدرسہ کی شکل اختیار کر گیا، جہاں سے تھوڑی ہی مدت میں اللہ کے فضل سے بہت سے قراء اور حفاظ تیار ہوئے، اس وقت مدرسہ کے مہتمم حضرت مولانا عبدالماجد صاحب اوجھاری کے والد محترم حافظ عبدالواحد صاحب تھے، مولانا محمد نور صاحب بحیثیت صدر مدرس تھے، لیکن مدرسہ کی تشکیل نو اور نشاۃ ثانیہ آپ ہی کی فکر اور کوشش کا نتیجہ تھی، پھر آپ نے مدرسہ ہذا میں عصری تعلیم کے لئے عربک جونیئر ہائی اسکول بھی قائم کیا، جو بعد میں مسلم عربک انٹر کالج کے نام سے

محلہ براؤلی اڈے پر منتقل ہو گیا، جو اس وقت حکومت اتر پردیش سے منظور شدہ اور رجسٹرڈ ہے، یہ بھی آپ ہی کی فکر اور کوشش کا نتیجہ ہے۔

آپ ۱۹۶۳ء سے ۱۹۸۲ء تک اوجھاری میں قیام پذیر رہے، آپ کا یہ ۲۰؍سالہ دور انتہائی روشن اور تابناک ہے، یہاں رہ کر آپ نے جہاں بہت سے قراء، حفاظ اور اہل علم تیار کئے، وہیں اوجھاری اور اطراف کے ماحول کو سنوارنے میں بھی اہم کردار ادا کیا، بعض عینی شاہدین بتاتے ہیں کہ غیر مسلموں کے تہوار اور محرم کے جلوس وغیرہ کے موقعوں پر آپ راستہ میں بیٹھ جاتے تھے، اور لوگوں کو اس طرف جانے سے روکتے تھے، یوں آپ کی کوشش اور فکر کے نتیجے میں یہاں کے ماحول میں بہت تیزی کے ساتھ دینی بیداری پیدا ہوئی۔ آج یہاں علم کے مینارے حفاظ، قراء، علماء اور مفتیان کرام جو نظر آرہے ہیں، اکثر بالواسطہ اور بلا واسطہ آپ ہی کے فیض یافتہ ہیں۔

اسی زمانے کی بات ہے کہ جناب چودھری محمد عارف صاحب اوجھاری کے زیر نگرانی دہلی میں سالانہ مسابقہ قراءت ہوا کرتا تھا، جس میں ملک، بیرون ملک سوڈان، ملیشیا، انڈونیشیا، ایران وغیرہ سے قراء حضرات شرکت کرتے تھے، قیام اوجھاری کے دوران آپ ان مسابقات میں ایک عرصہ تک فیصل کے فرائض انجام دیتے رہے۔

بیس سال اوجھاری میں گزارنے کے بعد آپ مدرسہ ناصر العلوم کانٹھ ضلع مرادآباد تشریف لے گئے، ایک سال وہاں قیام رہا، پھر ۲۳؍جولائی ۱۹۸۳ء میں حضرت مولانا اطہر شاہ صاحب قاسمی، حضرت مولانا مفتی محمد آفتاب صاحب مہتمم مدرسہ شمس العلوم سنبھل اور الحاج حافظ فرید الدین صاحب استاد مدرسہ شمس العلوم کے مشورے سے مدرسہ شمس العلوم سرائے ترین سنبھل تشریف لے آئے۔ ۲؍ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ مطابق ۱؍اگست ۱۹۸۴ء کو مدرسہ ہذا میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے، ۹؍سال تک مدرسہ ہذا میں تدریسی خدمات انجام دیں،

پھر ۱۰؍رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۱؍فروری ۱۹۹۵ء کو محلہ کوٹلہ سرائے ترین سنبھل کے کچھ معزز حضرات کے مشورے سے آپ نے مسجد بلال میں ایک مکتب مدرسہ چشمۂ رحمت کے نام سے شروع کیا، اور پھر اپنی آخری سانس تک مدرسہ چشمۂ رحمت میں ہی خدمت انجام دیں۔

مسلک دیوبند کی ترویج واشاعت

آپ مسلک دیوبند (اہل سنت والجماعت) کے مزاج و مذاق کے امین ومحافظ تھے، آپ نے دینی اور تعلیمی خدمات کے ساتھ ساتھ مسلک دیوبند کی ترجمانی اوراس کی ترویج واشاعت پر بھی خصوصی محنت کی، جہاں بھی رہے شرک و بدعات اور رسوم و رواج کو مٹا کر ایک معتدل اسلامی فضا قائم کرنے کی کوشش کی، جس کے آثار ونقوش متعلقہ علاقوں میں آج تک محسوس کیے جارہے ہیں۔

جمعیت علمائے ہند سے وابستگی

آپ جمعیت علماء تحصیل حسن پور (امروہہ) کے نائب صدر، صوبائی منتظمہ کے رکن اور مرکزی جمعیت علماء ہند کے بھی رکن تھے، جمعیت کے تمام علاقائی اور ملکی پروگراموں میں شرکت بھی کرتے تھے اور بحیثیت ذمہ دار اپنے فرائض بخوبی انجام دیتے تھے، جس کی بناء پر صدر جمعیت علمائے ہند حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ صاحب سے بھی خاصا تعلق تھا۔

مدارس کے نصاب تعلیم کے متعلق آپ کا نقطہ نظر

کسی بھی دانش گاہ اور علمی آماجگاہ کے لیے نظام تعلیم وتربیت کے ساتھ نصاب تعلیم کی بڑی اہمیت ہے، نصاب تعلیم ہی سے علمی اور فکری جہتیں متعین ہوتی ہیں، برصغیر کے اکثر مدارس اسلامیہ میں حضرت ملا نظام الدین کا مرتب کیا ہوا نصاب تعلیم رائج ہے، جو آٹھ سال کو محیط ہے، جس سے طلبہ میں علمی رسوخ ،فقہی بصیرت، ذوق حدیث اور فہم قرآن کے ساتھ ساتھ اکثر علوم شرعیہ میں گہرائی و گیرائی پیدا ہوجاتی ہے۔ آٹھ سال کی تکمیل پر طالب علم کو ایک سند دی جاتی ہے، اس کو فاضل یا فارغ التحصیل تسلیم کیا جاتا ہے، اگر کوئی طالب علم آٹھ سال مکمل کیے بغیر تعلیمی سلسلہ منقطع کر دے تو وہ کسی سند کا مستحق نہیں ہوتا ہے اور نہ اس کی کوئی اہمیت سمجھی جاتی ہے، ایسے طلبہ کو لے کر آپ بڑے فکر مند تھے، آپ مدارس اسلامیہ کے موجودہ نصاب تعلیم سے اتفاق رائے رکھتے ہوئے اس میں درجات اور سندات کے خواہاں تھے۔

عربی نصاب تعلیم میں درجات اور سندوں کی ضرورت

آپ یہ چاہتے تھے کہ مدارس اسلامیہ کے نصابِ تعلیم میں درجات (گریڈ) اور سندیں متعین کی جائیں۔ مثلاً جس طرح عصری نصاب تعلیم میں درجے اور سندیں متعین ہیں، سات درجے پڑھنے کے بعد مڈل، دس پڑھنے کے بعد ہائی اسکول، بارہ پڑھنے کے بعد انٹر اور پھر بی اے وغیرہ کی سندیں دی جاتی ہیں، اسی طرح عربی نصاب تعلیم میں بھی درجہ، اس کی مدت اور سند متعین ہو۔

پورے نصاب تعلیم میں تین درجے متعین کئے جائیں۔ پہلا درجہ شرح جامی تک، دوسرا مشکوٰۃ شریف تک اور تیسرا دورۂ حدیث تک، ہر درجہ کی تکمیل پر طالب علم کو سند دی جائے۔اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر کوئی طالب علم آٹھ سال مکمل کیے بغیر تعلیمی سلسلہ منقطع کردے تو اس کے پاس بھی ایک سند ہوگی اور اسے ''کچھ نہیں'' کا احساس نہیں ہوگا۔اس طرح سے طلبہ میں خوداعتمادی اور اگلے درجے میں پہنچنے کے لیے ایک نئی امنگ اور جذبہ بھی پیدا ہوگا، نیز دورۂ حدیث میں طلبہ نکھر کر پہنچیں گے اور تعلیمی معیار میں جماؤ پیدا ہوگا۔

اربابِ مدارس کے نام خط

چنانچہ اس سلسلے میں آپ نے ارباب مدارس خصوصاً دارالعلوم دیوبند کے مہتمم صاحب اور مجلس شوریٰ کے نام ایک خط لکھا،جس کا متن یہ ہے:

''عربی نصاب تعلیم جو بزرگوں کا وضع کیا ہوا ہے،جس کا مقصد علم تفسیر وحدیث اور فقہ میں مہارت حاصل کرنا ہے، اس مقصد کی تکمیل دورۂ تفسیر اور دورۂ حدیث پڑھنے کے بعد حاصل ہوتی ہے،اس سے پیشتر جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں موقوف علیہ یا غیر موقوف علیہ ان کی حیثیت کہہ لیجئے صرف مبادیات کی سی ہے۔ پورے نصاب کو مکمل کرنے میں کم سے کم سات آٹھ سال لگ جاتے ہیں، دورہ پڑھنے کے بعد ایک سند کا مستحق ہوتا ہے جس کو فاضل یا فارغ التحصیل کہتے ہیں، اگر کوئی شخص کسی وجہ سے دورہ مکمل نہ کرسکا، یہاں تک کہ مشکوٰۃ شریف تک مبادیات پڑھ لیں،بس وہ کچھ بھی نہیں، نہ وہ کسی سند کا مستحق ہے اور نہ اس کی کوئی حیثیت ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ دنیاوی تعلیم میں سات درجے پڑھ لئے تو میڈل اگر دس پڑھ لئے تو ہائی اسکول، بارہ پڑھ لئے تو انٹر وغیرہ کے درجات قائم ہیں اور سندیں دی جاتی ہیں۔لہٰذا ضرورت ہے کہ

عربی نصاب تعلیم میں بھی درجے قائم کئے جائیں اور ہر درجے کی ایک سند اور اس کی ایک مدت مقرر ہو، پورے نصاب میں کتنے مدارج ہوں اور کتنی مدت؟ یہ ماہرین تعلیم کی رائے پر موقوف ہے۔ ناقص رائے یہ ہے (ہوسکتا ہے کسی کو اختلاف ہو) پورے نصاب میں تین مدارج ہوں۔ پہلا درجہ شرح جامی تک، دوسرا مشکوٰۃ شریف اور تیسرا دورۂ حدیث شریف تک، اس طرح کر لینے سے بہت سے فائدے ہیں۔ مثلا طالب علم نہ بددل ہوگا اور نہ اکتائے گا، کیونکہ ایک درجہ مکمل کرنے کے بعد دوسرے درجے میں پہنچنے کی وجہ سے اس کے ارادے میں تازگی پیدا ہوگی، اور نئی امنگ، اور شرح جامی تک عبارت پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت تو پیدا ہو جائے گی، اگر کوئی یہ درجہ حاصل کرنے کے بعد کوئی اور علم حاصل کرنا شروع کر دے۔ مثلاً طب یا تعلیمی سلسلہ ختم کر دے تو بھی افادیت سے خالی نہیں، کم سے کم کچھ نہیں کا احساس دامن گیر نہ ہوگا، اور یہ تو سمجھے گا کہ میں کچھ ہوں اور میرے پاس فلاں سند ہے، اور سب سے اہم فائدہ یہ ہوگا جس کی یہ چند سطور محرک ہیں: دورہ میں جو طلبہ پہنچیں گے وہ نکھر کر پہنچیں گے، بھرتی کی وجہ سے جو تعلیمی معیار روز بروز انحطاط پذیر ہے، جماؤ پیدا ہوگا، اور طلبہ ذی استعداد بن کر نکلیں گے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ ارباب مدارس عربیہ اس طرف توجہ دیں۔ خصوصاً حضرت مہتمم صاحب اور ارکان شوریٰ دارالعلوم دیوبند"

بیعت وسلوک

رب کائنات نے آپ کو بچپن سے ہی پاکیزہ صفت اور اخلاق حسنہ سے نوازا تھا، مزید اصلاح باطن کے لئے آپ یوسف پور کے قیام کے دوران قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب فضلی نقشبندی مجددیؒ سے بیعت ہوئے جو قطب العارفین حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی کے خلیفہ تھے، شاہ صاحب اس وقت فیض آباد میں مقیم تھے، آپ کے

یہاں سنتوں کا بڑا اہتمام تھا، عزیمتوں پر بھی بہت سختی سے عمل ہوتا تھا۔

چند خاص اساتذہ کرام

یوں تو آپ نے بہت سے اہل علم حضرات سے کسب فیض کیا، بڑے بڑے علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، جن کا احاطہ دشوار ہے، تاہم دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کرام میں شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہوی، حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا معراج الحق صاحب اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند جیسے جلیل القدر، اساطین علم اور علوم نبوت کے آفتاب و ماہتاب شامل ہیں۔

چند خاص تلامذہ

آپ سے کسب فیض کرنے والے اور آپ کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کرنے والے طالبین کی ایک لمبی فہرست ہے، جس کو قید تحریر میں لانا دشوار ہے، تاہم چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:
مولانا سلطان احمد صاحب قاسمی بچھراؤں، مولانا ڈاکٹر عبدالحفیظ صاحب بچھراؤں، قاری بشیر احمد صاحب بچھراؤں، قاری محمد سلیمان صاحب اوجھاری، مولانا غیاث الدین صاحب اوجھاری، مولانا اصغر صاحب اوجھاری، مولانا مہدی حسن صاحب اوجھاری، مولانا ظہیر احمد

صاحب گنگوار، ڈاکٹر خالد زماں کر تپور بجنور، حافظ شریف احمد خان صاحب دہلی، قاری محمد یاسین صاحب، مولانا محمد حنیف صاحب قصبہ ٹھا کر دوارہ، مولانا عتیق احمد صاحب محلہ کوٹلہ سرائے ترین سنبھل، مولانا عبدالستار صاحب سرائے ترین، حافظ محمد اسلم صاحب سرائے ترین، حافظ محمد افضل صاحب سرائے ترین، حافظ مبشر احمد سرائے ترین، حافظ محمد ارشد صاحب سرائے ترین سنبھل۔

عادات اور اخلاق

تمام اعلیٰ صفات کے خوگر ہونے کے باوجود بڑائی آپ میں ذرہ برابر نہ تھی، انتہائی سادہ اور متحمل المزاج تھے، خوش مزاجی، خندہ جبیں اور تواضع آپ کی نمایاں صفات تھیں، آپ کی ذات گرامی تربیت روحانی میں باکمال، زندگی کے ہر جزو وکل میں متبع سنت، طاعت و عبادت میں شب زندہ دار تھی، آپ رحمت ورأفت، شفقت ومحبت کے پیکر مجسم تھے، جس کسی کو بھی آپ سے تعلق اور وابستگی ہو جاتی خواہ مختصر مدت کی ہو وہ آپ کی اس مخلصانہ ادا کا گرویدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ ہر شخص سے ایسا مشفقانہ برتاؤ کرتے کہ سب یہی باور کرتے کہ حضرت کی شفقت وعنایت مجھ پر سب سے زیادہ ہے، آپ کی سادگی، عاجزی وانکساری ضرب المثل ہے، دست قدرت نے آپ کو تمام اعلی صفات سے نوازا تھا، آپ اس شعر کے حقیقی مصداق تھے:

آنکھیں جھکیں جھکیں تھیں پلکوں پہ نور تھا
دیکھئے ان کی سادگی میں کتنا شعور تھا

امتیازات اور خصوصیات

آپ کی پوری زندگی خدمت دین اور اشاعت علوم نبویہ سے عبارت ہے، مختلف مقامات پر رہ کر آپ نے دینی و علمی خدمات انجام دیں، جہاں بھی رہے سینکڑوں حفاظ، قراء اور علماء تیار کئے۔ ذہن و دماغ پر ہمیشہ دینی و علمی فکر مسلط رہتی تھی، جس کے نتیجے میں کئی جگہ مدارس و مکاتب بھی قائم کئے، کئی مدارس کی تشکیل نو بھی کی، آپ بزرگوں کی روایات کے محافظ اور مسلک دیوبند کے مزاج و مذاق کے امین تھے، بگڑے ماحول کو سنوارنے، بدعات وخرافات اور رسوم و رواج کو مٹانے میں بھی اہم کردار ادا کیا، قدرت کے دست فیاض نے آپ کو حسن صورت اور حسن سیرت دونوں سے آراستہ اور مزین کیا تھا، خاص بات یہ رہی کہ زندگی کا ایک دور بھی خالی نہیں گزرا، آخری دم تک دین کی خاطر قربانیاں دیتے رہے۔

آپ صرف ایک عالم دین ہی نہیں تھے کہ جسے صرف کتاب وسنت کا علم ہو، تعلیم و تربیت میں ید طولی حاصل ہو اور صلاح وتقوی، زہد وامانت، اخلاص و پاک نفسی سے حصۂ وافر پایا ہو، یہ سب تو تھے ہی اور بھی بہت کچھ تھے، آپ نے پوری زندگی ایک مسافر کی طرح گزاری، سادگی اور کفایت شعاری آپ کی زندگی میں اس طرح رچ بس گئی تھی جیسے گلاب میں خوشبو اور تاروں میں روشنی، فرط تواضع کا یہ حال تھا کہ شاعر کہتا ہے:

تواضع کا طریقہ صاحبو! سیکھو صراحی سے
کہ جاری فیض بھی ہے اور جھکی جاتی ہے گردن بھی

آپ ان پاکیزہ اخلاق نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے مکمل نمائندہ تھے، جن کے سحر نے کتنے دشمنوں کو دوست اور کتنے خوں خوار ظالم اور جابروں کو مہرباں اور دردمند بنادیا تھا۔

خود اپنے چمکنے کی جس میں قدرت ہو
وہ ذرہ منتظر فیض آفتاب نہیں

آپ کی زندگی بعد والوں کے لیے مشعل راہ ہے، بلند ہمتی، عزم اور حوصلہ آپ کی زندگی سے بخوبی سیکھا جاسکتا ہے، زندگی کے نشیب وفراز سے آپ کبھی متاثر نہ ہوئے، جہاں بھی رہے اولوالعزمی، عزم وحوصلہ اور پوری تندہی کے ساتھ دین کی خدمات انجام دیں۔

شام زندگی

بالآخر وہ دن بھی آیا جس دن سے ہم سب کو گزرنا ہے، اور جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں، الغرض ۸۵ر سال کی عمر میں زندگی کا یہ مسافر تھک گیا، اور ۸ر صفر المظفر ۱۴۳۲ھ، مطابق ۱۲ر جنوری ۲۰۱۱ء بروز بدھ بعد نماز عشاء اپنی نشاط حیات کو لپیٹ کر اس دار فانی کو الوداع کہہ دیا، اس طرح آپ کی روشن زندگی کی کتاب کا آخری باب تمام ہوا۔

حیات انساں ہے شمع صورت ابھی ہے روشن ابھی فسردہ
نہ جانے کتنے چراغ یوں ہی جلا کریں گے بجھا کریں گے

نماز جنازہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب سہارنپوری مہتمم مدرسہ عربیہ مصباح الظفر قصبہ ڈھکہ (امروہہ) نے پڑھائی، اور آپ قبرستان حسن شہید سرائے ترین سنبھل میں ہمیشہ

کے لئے محوخواب ہو گئے۔

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

پسماندگان میں دولڑکیاں اور تین لڑکے مولانا مختارالحق، حافظ اظہارالحق اور حافظ ابرار الحق کو چھوڑا۔

اللہ تعالی درجات بلند فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

الحمدللہ بنعمتہ تتم الصالحات و الصلاۃ و السلام علی رسولہ
فخر الموجودات و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔